

- نواز: کبھی میں سوچ بھی نہیں سکتا تاکہ کسی فلم میں آپ کے ساتھ ہیر و کار دل کروں
گا۔ آپ جیسی خوبصورت ہیر و نئے کے ساتھ۔
- عاشر: اچھا نواز اب چپ ہو جاؤ۔ مجھے تعریف بہت اچھی لگتی ہے لیکن.....
- نواز: اسی لیے تو کر رہا ہوں۔
- عاشر: سیٹ پر نہ چلیں۔
- نواز: اتنی جلدی کیا۔ وہاں تو ابھی لاکھیں فٹ کی جا رہی ہیں۔ آپ کے لیے چائے منگواؤں۔
- عاشر: میں چائے نہیں چینتی۔
- نواز: کیوں؟
- عاشر: بس فکر کا خیال رکھنا پڑتا ہے نا۔ چائے پینے لگو تو دون میں میں بیالی چائے پی لیتا ہے آدمی۔ کتنی چینی چلی جاتی ہے اندر۔
- نواز: آپ بہت زیادہ *Figure consious* ہیں۔
- عاشر: کافی ہوں۔ پروفیشن جو ایسا ہے۔ ذرا دو اچنج جس کی کمر مجھ سے کم ہو گی وہ مجھے مات دے جائے گی۔
- نواز: آپ کو کون مات دے سکتا ہے۔
- عاشر: یہاں آجاتے ہیں ناں لوگ مات دینے کے لیے کہیں نہ کہیں سے۔ بڑی ناقابل اعتبار زندگی ہے ذرا یہ گھنگھر و کھول دیجئے نواز۔ پتہ نہیں ماشر جی نے کیسے بکل لگوائے ہیں۔ مجھ سے تو کبھی کھلتے ہی نہیں۔
- (نواز عاشی کے پاؤں کے گھنگھر و کھولاتا ہے اس وقت سکندر آتا ہے دونوں کو دیکھتا ہے پھر رکتا ہے چند ثانیے سوچتا ہے پھر آگے بڑھتا ہے۔)
- سکندر: میں کھول دوں عاشی۔
- عاشر: (مسکرا کر) نہیں نواز صاحب Help کر رہے ہیں۔ بیچارے بڑے سویٹ ہیں آؤ بیٹھو۔
- (نواز کچھ شرمندہ ہوتا ہے اور اٹھنے لگتا ہے)

- نواز: میں سیٹ پر چلتا ہوں عاشی صاحبہ! آپ وہیں آ جاتا۔ لا نز Repeat کر لیں گے۔
 سکندر: (اس کا ہاتھ پکڑ کر بھاتا ہے) بری بات نواز صاحب کسی کا دل توڑ کر جانا چھی بات
 نہیں ہے۔ بیٹھئے۔ بیٹھئے جناب والا۔
 نواز: جی..... میں سمجھا نہیں۔
- سکندر: سب سمجھ جائیں گے رفتہ رفتہ۔ یہاں سب کاٹھے طوٹے پڑھ جاتے ہیں۔ سارے
 سبق۔ بیٹھئے۔ پڑھانے کی نوبت نہیں آتی۔
- عاشی: سکندر..... کیا مطلب ہے تمہارا۔
 سکندر: کوئی مطلب نہیں خاص۔ بیٹھئے آپ نواز صاحب مجھے ایک کام یاد آگیا ہے۔
 یہاں سے لا بھریری کیا کام گا۔
- عاشی: لا بھریری میں کیا کام ہے؟
 سکندر: وہاں کچھ قانون کی کتابیں ہیں۔ ان کو دیکھوں گا کئی سال ہوئے میں نے ان کی
 شکل ہی نہیں دیکھی۔ اچھا خاصہ و کیل ہو سکتا تھا میں۔
- نواز: میں چلتا ہوں سکندر صاحب۔
 سکندر: ناں ناں ناں نواز صاحب۔ نئی کرنی کبھی نہیں جاتی۔ ہمیشہ پچھلے نوٹ ختم ہو جاتے
 ہیں۔ آپ بیٹھیں۔ بیٹھیں آپ۔ ہم جا رہے ہیں۔ ہم گل رخ سکندر..... آپ
 بیٹھئے نواز صاحب۔
- (سکندر جاتا ہے۔ چند لمحے نواز اور عاشی اس کو دیکھتے ہیں دم بخود ہو کر۔ پھر یکدم ایک
 دوسرے کو دیکھتے ہیں اور کھلا کر ہنستے ہیں ہنستے چلے جاتے ہیں)
- نواز: دمامہ..... دمامہ..... میں کیا کروں شمامہ۔
 عاشی: دمامہ..... دمامہ..... میں کیا کروں شمامہ۔
 (پھر دونوں ہاتھ ملا کر زور زور سے ہنستے ہیں۔)

سین 15 ان ڈور رات

(باپ پنگ پر بیٹھا ہے لیکن دیوار سے پشت لگا رکھی ہے۔ اس کا سانس ٹھیک نہیں آ رہا اور چڑہ پسینے سے بھیگا نظر آتا ہے۔ آپا جی سوت کیس اٹھا کر آتی ہے وہ یہ سوت کیس دروازے کے قریب ہی رکھ دیتی ہے۔

آپا:

ابا:

آپا:

ابا:

آپا:

ابا:

ابا:

کیا بات ہے ابا جی۔ اٹھ کر کیوں بیٹھے ہیں۔

لیثار ہوں تو سانس نہیں آتا راشدہ بیٹھے۔

تکیہ لگادوں پیچھے۔

میرے ہاتھ میں کیا تھا ابھی۔

کچھ نہیں ابا جی۔

اچھا..... کچھ نہ ہو گا لیکن مجھے لگتا تھا جیسے..... تو بھی کسی سفر پر جا رہی ہے۔ لمبے سفر پر۔

(اب آپا باپ کی چارپائی پر پاٹھی کی طرف دونوں ٹانگیں اوپر رکھ کر بیٹھتی ہے اور کھڑے زانوں پر اپنا سر رکھتی ہے۔ اس کے بازوؤں نے گھنون کے گرد دائرہ بنار کھا ہے۔ خاموشی کا وقف جس میں باہر دور کہیں کتے کے بھونکنے کی آواز آتی ہے۔)

کیا وقت ہوا ہے راشدہ؟

رات کہیے ابا جی..... رات کا پچھلا پھر۔

اور..... اور تو کیا کر رہی ہے۔ یہاں..... جا آرام سے سورہ۔

اچھا جی..... سونا ہی ہے اب۔

میری بھی کیا قسمت ہے میں دیکھ نہیں سکتا اپنے بچوں کے چہرے ورنہ مجھے یوں پوچھنا نہ پڑتا سب کچھ۔ کیا ہوا ہے میری شیرنی کو گھر کی تھانیداری کو۔

کوئی فائدہ نہیں پوچھنے کا ابا جی۔ یہ سب بے گھر لوگ ہیں۔ نہ ہمارا کوئی رشتہ دار ہے نہ دوست ہے..... نہ اپنانہ پر لایا۔

دن بدن تجھے ہو تا کیا جا رہا ہے راشدہ! تو تو۔ بیٹھے تو تو سارے گھر کو ستون کی طرح

ابا:

آپا:

ابا:

آپا:

ابا:

آپا:

ابا:

ابا:

سنجالے کھڑی تھی.....

(ہس کر) براوے کاستون تھا ابا اوپ سے سنگ مرمر کالیپ تھا ایسے ہی رعب
ڈالنے کے لیے۔ آپا:

(اوپ آسان کی طرف دیکھتے ہوئے) میں شکایت نہیں کرتا میرے مولا میں تجوہ
سے کچھ مانگنا بھی نہیں پر یہ بتاں کس کی باری ہے۔ ابا:

میری اباجی..... ابھی کچھ دن پہلے میں سمجھتی تھی تیری باری ہے۔ اب کچھ
آگئی..... آج اچانک شام کو۔ آپا:

ہوا کیا ہے راشدہ۔ ابا:

پچھلا پھر ہے اندر ہیرا ہے۔ کسی کو کانوں کا ان خبر نہیں ہو گی تو تھوڑی دور چل کے
گا ابا۔ میرے ساتھ۔ آپا:

کہاں جاتا ہے راشدہ اس وقت۔ ابا:

کہیں ستارہ کو جلاش کریں گے ابا..... اگر اس نے زیوروں کا پیسہ ادا کر دیا تو واپس
آجائیں گے ورنہ وہ بڑا شہر ہے ابا۔ کسی کے مرکھ پ جانے کی کانوں کا ان خبر نہیں
ہوتی کسی کو..... آپا:

زیوروں کا پیسہ؟ کسے دینا ہے۔ ابا:

میرے شوہر کو میاں جی کو۔ سات آٹھ مہینے سے وہ ہر روز مانگتے ہیں۔ انہوں نے
سات ہزار میں بنوایا تھا ابا۔ وہ سات ہزار بر باد تو نہیں کر سکتے تاں کسی کی خاطر۔ آپا:

لیکن زیور تجوہ کو بنا کر دیا تھا زیور تو تیر اتحار اشدہ۔ ابا:

تو بتا ابا میں کتنی بار ابڑی ہوں چھپلی بار بیوب ویل لگوانا تھا تو کیسے تین سال لاہور
پڑی رہی ستارہ کے گھر..... اگر وہ مجھے میں ہزار نہ دیتی تو میں لوٹ سکتی تھی اس
گھر..... میں۔ آپا:

تو مجھے اس کے پاس لے چل راشدہ میں اس سے بات کروں گا میاں جی سے۔
جانے دے ابا۔ ہم لوگوں کی باتیں کاغذ کا پنگ ہیں۔ ذرا تیز ہوا برداشت نہیں
کر سکتیں۔ ابا:

وہ انصاف کرے۔ انصاف کرے بیٹا۔ تیرا میاں جی.....
 ابا: آپا: ابا: آپا: ابا: آپا:
 ابا: آپا: ابا: آپا: ابا: آپا:
 تو مجھے اس کے پاس ایک بارے کر تو چل راشد (انھاتے) میں آخر تیر اباپ ہوں۔
 وہ ثیوب دیل پر گئے ہیں شام سے اب اڑ جھگڑ کر۔ میاں جی گھر پر ہوتے ہی کب ہیں
 کہ تو ان سے بات کرے گا؟
 تو اچھا میں صحیح بات کروں گا اس سے۔
 ہاتھ جوڑ جوڑ کر انہیں پر چھ کٹانے سے روکا ہے ابا..... ذرا تو نے زور دیا تو وہ عاصم
 کے خلاف تھانے میں رپت لکھوادیں گے پھر؟
 میں بے وقوف ہوں۔ میں نہیں جانتا وہ داماد ہے کوئی داماد سے اونجا بولا ہے کبھی۔
 چل ابا چل۔ صحیح چھ طلاق مل جائے گی پھر تو خوش رہے گا۔ طلاق بن کر جو گھر
 سے نکلوں گی تو..... پہلے کیوں نہ چلی جاؤں کسی کو بتا تو سکوں گی کہ..... کہ میاں
 جی میرے شوہر ہیں۔ شخنپورے میں ہمارا ثیوب دیل ہے بارہ مر بعیز میں ہے۔
 میرے اور معاشرے کے درمیان کوئی تو ڈھال رہنے دے ابا۔ کوئی ایڈر لیں تو
 چاہیے انسان کو۔
 میں تجھے چوروں کی طرح نہیں لے جاؤں گا تیرے گھر سے۔
 چل ابا چل۔ شاید لا ہور میں ستارہ مل جائے۔ شاید وہ زیوروں کا پیسہ ادا کر دے۔
 وہ پہلے کئی بار مدد کر چکی ہے ابا۔ تو چل تو سہی۔
 تارا کے پاس۔ تارا کے پاس چلیں۔
 جی ابا تارا کے پاس۔
 وہ ہم سے کیا تلاش کریں گے راشدہ اتنے بڑے شہر میں۔
 تو چل تو سہی پھر وہ ثیوب دیل سے واپس آ جائیں گے ابا۔ کیا فائدہ ان کو بھی صحیح
 سویرے منہ دکھانے کا۔ خواہ مخواہ ان کا سارا دون خراب گزرے گا۔ چل آ چلیں۔
 (دونوں جاتے ہیں۔)

(عاشی کا بیڈ روم)

عاشی: چھوڑوان باتوں کو سکندر۔

سکندر: تم چاہتی ہو کہ میں سب کچھ دیکھوں اور خاموش رہوں؟

عاشی: بتاؤ کیا دیکھا ہے تم نے؟

سکندر: تم..... اس نوجوان کے ساتھ بہت Free ہوتواز کے ساتھ۔

عاشی: میں ایکثر س ہوں۔ میرے پاس اس وقت بارہ فلمیں ہیں۔ میں دن میں کئی مرتبہ محبت کے مکالے بولتی ہوں۔ کئی چھرے دن میں مجھ سے محبت کے ڈائلگ بولتے ہیں۔ اگر تم کو مجھ سے ذرا سی ہمدردی بھی ہوتی تو تم میرے پروفیشن کی وجہ سے مجھ پر ایسے الامات نہ لگاتے۔

سکندر: تم میری خاطریہ لائیں ترک نہیں کر سکتیں۔ چھوڑ نہیں سکتیں اس پروفیشن کو۔

عاشی: تم نے ہر ایک کو ستارہ سمجھ رکھا ہے۔ ہر ایک کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہو۔ تم ڈائٹریٹر ہو کہ ہر ایک تمہاری آرزو کا تابع ہو تمہاری مرضی کے مطابق زندگی بر کرے۔

سکندر: میں وکالت کروں گا عاشی..... ہم دونوں یہ پروفیشن چھوڑ دیں گے۔ میں بھی تم بھی..... ہم کسی چھوٹے سے شہر میں کسی چھوٹے سے گھر میں رہیں گے میں دیوانی کیس لڑوں گا چھوٹے چھوٹے رقبوں کے کیس چلو عاشی۔

عاشی: تم کو مبارک ہو چھوٹا شہر چھوٹا گھر..... چھوٹے چھوٹے مقدمے۔

سکندر: تم تو..... تم تو کہا کرتی ہو کہ تم..... تم نے تو مجھے لاکھوں مرتبہ کہا ہے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔

عاشی: ہے..... لیکن اپنے سے کم..... میں سب سے پہلے اپنے مستقبل کا تحفظ کروں گی سکندر۔ میرے تعاقب میں بڑھا پا ہے۔

سکندر: تمہارا بھی کوئی قصور نہیں عاشی۔ تمہارا بھی کوئی قصور نہیں۔ یہاں اتنے رنگ

- برنگے ناگ ہیں۔ کو برے، کوڑیا لے، اڑتے سانپ۔** ہر رنگ ہر سائز کا سانپ ہے۔ پر کائے کا کوئی منتر نہیں۔ ہر ناگ کو سدھانے والی میں نہیں۔ تمہارا کوئی قصور نہیں عاشی! یہ جگہ ہی ایسی ہے یہاں پر چڑھی پنگ کا بوكاٹا ہو جاتا ہے۔
- عاشی:** تم کو میری لائف کے ساتھ میری طبیعت کے ساتھ میرے پروفیشن کے ساتھ سمجھوٹ کرنا ہو گا سکندر ورنہ ہم ایک قدم آگے نہیں چل سکتے۔
- سکندر:** یہاں محبت کرنے کے اتنے موافعے ملتے ہیں کہ کبھی کبھی خود پتہ نہیں چلتا کہ ہم محبت کر رہے ہیں کہ کوئی بھولا بسا اسکرپٹ دوہرار ہے ہیں۔ اگر شیشن پر پنچ جاؤ عاشی تو وہاں سے کسی اور شیشن پر جانے کی لگٹ تو مل ہی جاتی ہے۔
- عاشی:** تم کو آج اس وقت اس لمحے فیصلہ کرنا پڑے گا سکندر اگر تم نے وہ سین دوبارہ دوہرایا جو صبح ہو چکا ہے تو میں تمہاری زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکل جاؤں گی۔
- سکندر:** تم کو بھی آج ایک اہم فیصلہ کرنا ہو گا عاشی۔ میں بھی اس عاشی سے دوبارہ ملتا نہیں چاہتا جو صبح مجھے ملی تھی۔
- عاشی:** تم میری آزادی کی دیسے ہی عزت کرو گے جیسے میں تمہاری آزادی کی کرتی ہوں۔
- سکندر:** میں اپنی بیوی کو اتنی آزادی نہیں دے سکتا۔
- عاشی:** ہماری شادی Secret ہے انڈسٹری میں اس کا کسی کو علم نہیں تم اتنی اوپھی آواز میں شادی کا لفظ استعمال نہیں کرو گے کہ میری مارکیٹ خراب ہو جائے۔ یہ تمہارا سہری جال ہے؟..... (ہنستی ہے)؟
- سکندر:** جب تم میرے ساتھ کراچی گئی تھیں تب تو.....
- عاشی:** وہ اور وقت تھا سکندر۔ اس وقت اگر تم مجھے فلم لائے چھوڑنے کو کہتے تو میں یہ بھی کر گزرتی..... لیکن پل کے نیچے ہمیشہ پالی کھڑا نہیں رہتا۔
- سکندر:** ٹھیک ہے عاشی یا آدمی ظالم بن کر زندہ رہ سکتا ہے یا مظلوم بن کر، بہتر یہی ہوتا ہے کہ آدمی مظلوم بننے سے پہلے ظالم بن جائے؟
- عاشی:** تم یہ چاہتے ہو کہ میں..... میں تم پر اعتماد کر کے فلم لائے چھوڑ دوں۔ چل جاؤں

کسی چھوٹے شہر میں وہاں..... بھینیں پالوں صبح سوریے اٹھ کر، دودھ بلویا کروں۔ دن بھر کھات پر پڑی تمہارا انتظار کروں۔ اوھی درجن بچوں کو پالوں..... اور پھر جب تپڑ رل جائے تو تم مجھ سے منہ پھیر لو..... میں واپس جوتیاں پہنچاتی فلم لائن میں بوڑھی عورت کارول تلاش کروں تین تین سطروں

کے؟ یہ چاہتے ہو تم؟

سکندر: ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

عاشقی: ہمیشہ ایسے ہی ہوتا ہے، ہمیشہ ایسے ہی ہوتا ہے سکندر۔

سکندر: عاشی! میں اندر بکھر رہا ہوں تم میرا اعتماد بحال کر سکتی ہوں۔ ہم اپنی شادی کر سکتے ہیں۔ خدا کے لیے۔

(اس وقت مسکین اندر آتا ہے اس کے ہاتھوں میں جوتیوں کے ڈبے ہیں۔)

مسکین: یہ جی آپ کی جوتیاں لایا ہوں مال روڈ سے۔

عاشقی: رکھوا نہیں۔

(مسکین رکھتا ہے۔)

مسکین: میں جاؤں جی۔

عاشقی: بھر و غور سے دیکھوا نہیں مسکین صاحب کو..... ان کی دو بلڈنگیں تھیں شاہ عالمی میں..... انہوں نے وہ بیچ کر فلم بنائی۔ ان کی فلم تو کامیاب نہیں ہوئی لیکن میں چوٹی کی ادا کارہ ہو گئی اس وقت ان کی پوزیشن دیکھتے ہو سکندر؟ اب آپ جاسکتے ہیں۔

مسکین: ڈرائی کلیز کے چلا جاؤں جی۔

عاشقی: شام کو چلے جانا مسکین صاحب۔

(مسکین جاتا ہے۔)

سکندر: پھر عاشی۔

عاشقی: مسکین سے سات سال ہوئے میں نے چھنکارا حاصل کر لیا۔ یہ بھی تک جوتیوں میں بیٹھے ہیں سکندر۔ ایک جھلک کی خاطر.....

سکندر: عاشی۔

عاشی: میں تب بہت چھوٹی تھی۔ مجھے فلم لائے میں اخّل ہونے کے لیے ایک سیر ہی درکار تھی۔ میں نے مسکین صاحب سے رابطہ قائم کیا اس لیے نہیں کہ مجھے ان سے محبت تھی اس لیے بھی نہیں کہ مجھے شادی کی ضرورت تھی صرف اس لیے کہ مسکین صاحب مجھ سے محبت کرتے اور میری Ambition پوری کر سکتے تھے اپنے آپ کو برباد کر کے۔

سکندر: تم نہیں آزاد نہیں کر سکتیں عاشی۔ بتاؤ؟

عاشی: میں مسکین صاحب کو چھوڑ نہیں سکتی۔

سکندر: لیکن آخر کیوں۔

عاشی: میں تمہاری طرح نہیں ہوں ان کے مجھ پر بہت احسانات ہیں۔ میں..... ان احسانات کا بدلہ ایسے نہیں دے سکتی۔

سکندر: اور جو کچھ تم کرتی ہو وہ ان کے احسانات کا بدلہ ہے۔

عاشی: مسکین صاحب کو مجھ سے محبت ہے وہ میری ہر کمزوری سے بھی محبت کرتے ہیں۔ وہ..... میری آزادی میری لائف میرے پروفیشن میری بے راہ روی سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں۔ میری دوری برداشت نہیں کر سکتے۔

سکندر: (صوفے میں دھنس کر) ستارہ۔

عاشی: وہ جب تک زندہ ہیں سکندر وہ میرے قرب کی خاطر ہر ڈلت برداشت کریں گے۔ مجھے ان کے احسانات کا پاس ہے۔ میں تمہاری نہیں ہوں سکندر..... احسان فراموش..... میں اپنے سوائے کسی کی نہیں ہو سکتی۔

(سکندر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپاتا ہے عاشی جا کر جو توں کے ڈبے کھولتی ہے اور جوتے دیکھتی ہے۔)

قطع نمبر 13

کردار

ستارہ	
سکندر	
ابا جی	
راشدہ آپا	
عاشی	
ڈاکٹر	
ماستر لطیف	
فوزیہ	
پروڈیوسر	
خانم امان	
مالی	
اناڈنر (خاتون)	
ایکٹر جلیل (بوز حامی مقلوک الحال ایکٹر)	
سکندر کی بیوی	
فقیر 1	
فقیر 2	
فقیر نی	
تین کالج کی لڑکیاں	

(سکرپٹ 12 میں جہاں سکندر کہتا ہے تم انہیں آزاد نہیں کر سکتیں یہاں سے شروع کیجئے اور آخر تک لے جائیے۔

چھپی قطلاگانے کے بعد مو سیقی جاری رہتی ہے اور ایک کیلنڈر سامنے آتا ہے۔ اس کے صفحے ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ کبھی 1948ء آتا ہے کبھی 1953ء، کبھی 1962ء، کبھی 1970ء، کبھی 1975ء پھر 1947ء۔ کیلنڈر کے صفحے جن پر سن واضح طور پر رجسٹر ہو یہ سال ترتیب میں نہیں ہیں۔ کبھی 72ء کے بعد یکدم 51ء آ جاتا ہے کبھی 1947ء کے بعد یکدم 1977ء میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایسے کیلنڈر کو ترتیب دینے کے ساتھ ہی ایک اور کیلنڈر بھی بنائیے۔ اس میں ان تمام آرٹشوش کی تصویریں ہیں جو پاکستان کے بعد بننے اور گناہ کا شکار بھی ہو گئے۔ مثلاً 1947ء، نذر، منور سلطانہ (گلوکارہ)، سائیک مرنا، فلوسے خال، نخو خال، محمد حسین، سورن لتا، نذر، مسرت نذر، زبیدہ (گلوکارہ) یہ دونوں کیلنڈر از حد ضروری ہیں۔ کبھی سال سکرین پر آتا ہے کبھی پرانے دو تین گلوکار اور آرٹشوش کی تصویریں نکل آتی ہیں۔ اس طرح محوس ہونا چاہیے کہ ان تیس سالوں میں کتنی آرٹشوش ابھرے اور پھر گناہ کا شکار ہو گئے۔ پچھلے سکرپٹ سے یہاں پندرہ تیس سال کا فرق ہے۔ ان میں آخری تصویر افخار کی ہے جس پر کمربہ تھوڑی دیر رہتا ہے۔ پھر ڈاکٹر پر جاتا ہے۔)

کٹ

سین 1 ان ڈور دن

(ڈاکٹر کا کلینک سکندر ڈاکٹر سے مشورہ کرنے آیا ہوا ہے۔ اس نے شلوار قیصی پہن رکھی ہے۔ اور کندھوں پر سفید قیمتی چادر ہے۔ چہرے پر بڑی سی عینک ہے۔ موچیں رکھی ہیں جو زیادہ سفید ہیں۔ کاملے بالوں میں سفیدی بھلک رہی ہے۔ سکرپٹ پیتا ہے تو تھاں میں ہلاکا سارا عرش نظر آتا ہے۔ کبھی کبھی عینک اتار کر آنکھیں ملنے لگتا ہے۔ روشنی اس کے

چہرے پر پڑتی ہے۔)

سکندر: نہیں نہیں ڈاکٹر صاحب آپ کے ہمارے پروفیشن کا بڑا فرق ہے بڑا فرق ہے۔ آپ کار ابٹ عوام سے بادشاہ جیسا ہے آپ کے پاس جو آتا ہے ضرورت مند آتا ہے۔ ہماری Show man business کی جان ہوتی ہے۔ عوام میں..... لوگ دیوتا ہوتے ہیں۔ ہم لوگ پچاری جیسے وہ چاہتے ہیں مقبول کر دیتے ہیں جیسے چاہتے ہیں بھلا دیتے ہیں۔ بہت بہت مشکل پروفیشن ہے ہمارا.....

ڈاکٹر: سکندر صاحب..... اتنی چوٹی پر پہنچ کر آپ اتنی بایوسی کی باتیں کیوں کرتے ہیں؟ سکندر: اس لیے ڈاکٹر صاحب..... کہ ہر قوم کا ایک مزاج ہے ہماری قوم بت شکن ہے..... پہلے یہ بت بناتی ہے آہستہ آہستہ کسی کو پرستش کی عادت میں بنتا کرتی ہے تعریف کا عادی کرتی ہے۔ پھر جب وہ..... بت آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتا ہے تو..... تو اسے یکدم ایک ضرب سے توڑ دیتی ہے۔ افیون کا عادی بنا کر افیون نہیں دیتی۔ پھر کبھی..... میرا بھی مسئلہ ہے ڈاکٹر صاحب Insecurity کا۔ گھر بر اور باہر دونوں جگہ۔

ڈاکٹر: لیکن کیوں..... اتنی بلندی پر پہنچ کر ایسی Insecurity کی کیا وجہ ہے۔ سکندر: نئے گانے والوں کی کھیپ آرہی ہے ڈاکٹر صاحب..... چور دروازے سے۔ جوں جوں ان کی Popularity بڑھ رہی ہے..... میری تعریف ختم ہو رہی ہے۔ آپ سمجھتے کیوں نہیں ڈاکٹر صاحب۔ جب آرٹسٹ کی مقبولیت ختم ہوتی ہے تو اچانک وہ کتنا تھا کیسا Insecure ہو جاتا ہے؟

ڈاکٹر: آپ کو اپنے آرٹ پر اپنی Creative Self پر اعتماد کرنا چاہیے۔ سکندر: گھر پہنچتا ہوں تو بیوی..... بیوی کہتی ہے مجھے آرٹسٹ نہیں چاہیے۔ پچھے چاہیے۔ میں بانجھ زندگی سے تھک آگئی ہوں۔ باہر جاتا ہوں تو..... تو لوگ میرے سامنے دوسرے گلوکاروں کی تعریف کرتے ہیں۔ میرے ہوتے ہوئے میں..... میں اپنے Creative Self پر کیسے اعتماد کر سکتا ہوں۔ ڈاکٹر فہیم کیسے کیسے کیسے؟ کمپاؤنڈر: (اندر آکر) ایک لیڈی آپ کو باہر بلارہی ہیں ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر: excuse me

(انھاتا ہے اور یکدم سکندر کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے۔)

لوگ پرانے آرٹشوں کو یاد بھی رکھتے ہیں آپ اس قدر بھی اپنے آپ کو تکلیف نہ دیں۔
سکندر: کوئی یاد نہیں رکھتا سر۔ اب میری باری ہے۔ میں جانتا ہوں اب.....

(یکدم ڈاکٹر کا ہاتھ پکڑ کر۔)

کچھ چھوٹے آرٹ خواب دیکھتے دیکھتے کٹڑیوں میں مر جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب وہ
اس قدر مشہور نہیں ہوتے کہ ان کی فیملی کو ہر ماہ سرکار سے وظیفہ ملے۔ ایک وہ آرٹ
ہوتے ہیں جو کئی سال اندھری سے وابستہ رہتے ہیں اور قرض پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان
کے پاس ڈاکٹر صاحب اخباروں کے وہ تراشے ہوتے ہیں جن میں کبھی کبھار ان کی تصویر
چھپتی ہے..... ان پر کوئی درمیانے درجے کا مضمون کبھی کبھار چھپ جاتا ہے۔

ڈاکٹر: میں ابھی آیا سکندر صاحب۔

سکندر: پھر میں اپنی بات بھول جاؤں گا..... جیسے کچھ عرصے کے بعد لوگ مجھے بھول
جائیں گے..... ڈاکٹر صاحب یہ لوگ جب مرتے ہیں تو ان کی یہی میراث ہوتی
ہے یہی تراشے یہی تصویریں اور کچھ لوگ مجھے جیسے..... عاشی جیسے..... افتخار جیسے
شومنگ شار ہوتے ہیں۔ بہت شہرت بہت دولت بہت..... سب کچھ بہت لیکن
اتنی تھوڑی دیر کے لیے۔

(یکدم میز پر کے مارتا ہے)

لیکن ہم کو بھی لوگ بھول جاتے ہیں۔ ہماری شہرت کا سکھ بھی نہیں چلتا کچھ
وقت کے بعد۔ ہماری جان لوگوں میں کیوں ہے۔ کیوں ہے ڈاکٹر صاحب کیوں
ہے؟ کیوں کیوں کیوں..... ہم لوگوں کی تعریف کے بغیر زندہ کیوں نہیں رہ
سکتے۔ کیوں نہیں ڈاکٹر صاحب۔

(پٹ کر دیکھتا ہے۔ ڈاکٹر جا چکا ہے۔)

سین 2 آؤٹ ڈور دن

(ایک کار میلی ویژن شیشن میں داخل ہوتی ہے۔ دربان Barrier اخھاتا ہے۔ کار اندر داخل ہوتی ہے۔ کیسرہ اسے Follow کرتا ہے۔ فوزیہ لطیف کار میں سے اترتی ہے۔ کیسرہ اس پر مرکوز ہوتا ہے وہ میر ہیاں چڑھ کر میلی ویژن شیشن کے اندر جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ماسٹر لطیف ہیں۔ جو بوڑھا پھونس ہو چکا ہے۔)

کٹ

سین 3 ان ڈور دن

(سکندر نے میر پر سر رکھا ہوا۔ ڈاکٹر اس کی پریشانی سے متاثر ہے۔ ایک بازو میر پر لبا دھرا ہے۔ ڈاکٹر اس کی بپض دیکھ رہا ہے۔)

سکندر: جو دوسروں کی مٹھی میں اپنی جان رکھے گا وہ ایسی ہی موت مرے گا..... اسکی ساری Nerves خراب ہو جائیں گے۔ Lockjaw رہے گا اسے راتوں کی نیند اڑ جائے گی..... کچھ نہیں ہے ڈاکٹر صاحب۔ جو بھی لوگوں سے یاد رکھنے کی امید رکھے گا ایسی ہی موت مرے گا.....

(ڈاکٹر بپض چھوڑ کر نسخہ لکھتا ہے)

ڈاکٹر: وہ illusions کا کیا حال ہے؟

سکندر: ویسا ہی ہے..... کبھی کبھی سائے ہوتے ہیں اور انسان نظر آنے لگتے ہیں۔ کبھی کبھی انسان ہوتے ہیں اور سائے دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ نہیں ڈاکٹر صاحب بڑی محنت کی۔ Cut throat Competition برداشت کیا میکاولی کی طرح کسی رشته ناطے کی پروانہیں کی۔ اپنے پروفیشن کے سامنے اور آخر میں کیا ملا؟ خوف؟ Fans کی کی کا خوف..... اپنے Image کو برقرار رکھنے کا خوف..... پیلک کے

بھول جانے کا خوف..... گمانی کے اندر ہرے میں جانے کا خوف۔

ڈاکٹر: دیکھئے آپ کو ان سگر ٹوں کو چھوڑنا پڑے گا۔ آہستہ آہستہ یہ نہ صرف آپ کے جسم سے بدل لے رہے ہیں بلکہ آپ کی ساری شخصیت کو Morbid کر رہے ہیں۔
سکندر: یہ آرٹ کی دنیا شنی کا گھر ہے۔ کچھ دوسروں کو پھر مارتے ہیں اور بے گھر کرتے ہیں۔ کچھ اپنے آپ کو سر عام دیکھ کر خود اپنے آپ کو توڑ پھوڑ لیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب شراب، چرس، افیون بد بختنی بد نصیبی کس کس سہارے کا نام لوں۔۔۔۔۔ کیا کچھ نہیں چلتا یہاں؟

ڈاکٹر: دیکھئے اب مجھے ٹھیک ٹھیک بتائیے نیند نارمل ہوتی ہے کہ نہیں
(سکندر نفی میں سر ہلاتا ہے۔)

ڈاکٹر: کھانا وقت مقررہ پر کھاتے ہیں۔
(سکندر نفی میں سر ہلاتا ہے۔)

جب Palpitation ہوتی ہے تو میری Instructions کے مطابق آپ Rest کرتے ہیں۔

سکندر: نہیں۔
ڈاکٹر: جب آپ کو کسی شخص کا نام یاد کرنے میں اسے پہچانے میں دقت ہوتی ہے تو

Do you wait sit down and recall?

سکندر: (لبی سانس بھر کر) نہیں ڈاکٹر صاحب نہیں۔

ڈاکٹر: پھر سکندر صاحب آپ بھی تو میری مدد کیجئے کچھ..... تھوڑی بہت

کٹ

سین 4 ان ڈور دن

(نوزیہ اور انااؤنسر ٹیلی ویژن کے سیٹ پر کروں کی گلی میں آتے ہیں۔ ایک پروڈیوسر کے

نام کی جنگی پڑھتے ہیں۔ نام مجید ممتاز لکھا ہے۔ وہ اندر جاتے ہیں۔)

کٹ

سین 5 ان ڈور دن

(ڈاکٹر کے کلینک کے باہر دینگ رومن میں عاشی بیٹھی ہے۔ وہ کافی بوڑھی نظر آتی ہے۔ حالانکہ لباس میں فرق نہیں آیا اور اسی طرح فیشنی قسم کا تھاٹھ ہے وہ کلینک کے باہر دینگ رومن میں بیٹھی ہے۔ اندر سے سکندر لکھتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ٹھٹھک جاتے ہیں۔ پھر سکندر آگے بڑھتا ہے۔)

سکندر: عاشی! What a Surprize! اتنے سالوں کے بعد!

عاشی: ملے بھی تو کہاں ملے۔ ڈاکٹر کے کلینک پر۔ آؤ بیٹھو۔

(سکندر پاس بیٹھتا ہے۔ چہرے پر شانتی میں مسکراہٹ ہے)

سکندر: What a Surprize

کٹ

سین 5 ان ڈور دن

(پروڈیوسر کا کمرہ۔ سامنے فوزیہ لطیف اور ماہر لطیف بیٹھے ہیں۔)

پروڈیوسر: ذرا یہ کشٹر یکٹ پر Sign کر دیں فوزیہ۔

فوزیہ: ضرور جی۔

(فوزیہ Sign کرتی ہے اس دوران ماہر لطیف اور پروڈیوسر باتیں کرتے ہیں۔)

پروڈیوسر: کیا گلایا ہے ماہر جی آپ کی بیٹی نے سبحان اللہ۔

لطیف: سب مولا کی کرم نوازی ہے جناب۔

پروڈیوسر: اب تو ان کے گانے فلموں میں بھی خوب آنے لگے ہیں۔

لطیف: ہاں جی راستہ کھل گیا ہے کچھ کچھ۔ باقی سب اوپر والے کی مرضی ہے جس کو چاہے دے۔

(بیٹی سے) دیکھ بیٹھے دھیان سے سائیں گزنا۔

فوزیہ: آپ فکر نہ کریں ابا جی۔

پروڈیوسر: فوزیہ پروگرام تو آپ سمجھ گئی ہیں ناں اس کا Format وغیرہ۔

فوزیہ: جی۔

لطیف: بیٹھے پھر سے اچھی طرح بات سمجھ لو۔ پہلے معاملہ طے کر لینے میں کو ہرج نہیں ہوتا۔ اپنے آپ کو زیادہ عالم نہیں سمجھنا چاہیے۔

فوزیہ: میں سمجھ گئی ہوں ابا جی۔ (پروڈیوسر سے) جی متاز صاحب پہلے میزبان مجھے Introduce کروائے گا۔ پھر سکندر صاحب کو..... اور پھر ہم دونوں مل کر ایک ڈویٹ گائیں گے۔

پروڈیوسر: ذرا سا آپ کی سہولت کے لیے بیان کر دوں کہ..... کہ ہمارا مقصد اس پروگرام سے یہ ہے کہ آپ چڑھتا ہو استارہ ہیں۔ سکندر صاحب کی مارکیٹ اب کم ہو رہی ہے۔ پرانے اور نئے ستارے جب ملتے ہیں تو ایک نیا آرٹ جنم لیتا ہے آدھا پر اندا آدھانیا۔

لطیف: یہ سکندر صاحب کی مارکیٹ کو پتہ نہیں کیا ہوتا جاتا ہے۔ بے چارے۔

پروڈیوسر: ایسے ہی ہے لطیف صاحب۔ ہمیشہ نئی کھیپ آجائی ہے اور پرانے مہرے چلے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ ہے ازل کا..... چائے منگواؤں۔

فوزیہ: نہیں جی شکریہ۔

پروڈیوسر: جزل فیجر صاحب کے کمرے میں چلیں۔ میرا خیال ہے سکندر صاحب وہیں آ جائیں گے۔ چلیں؟

فوزیہ: چلئے جی۔

تینوں انٹھ کر باہر جاتے ہیں۔ فون کی گھنٹی بھتی ہے۔ کیروں فون پر جاتا ہے گھنٹی بجے جاتی ہے۔

کٹ

سین 6 انڈور دن

(عاشی اور سکندر پاس پاس کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ عاشی چھوٹی سی پوٹلی کھول کر زردہ اور سپاریاں منہ میں ڈالتی ہے۔ سکندر کو آفر کرتی ہے۔)

عاشی: الاچی لے لو سکندر۔

سکندر: شکریہ..... مجھے یہ سگریٹ کافی ہیں۔ آج کل کہاں ہو عاشی۔
عاشی: کراچی میں۔

سکندر: کس شوہر کے پاس ہو آج کل؟

عاشی: کیا مطلب ہے تمہارا؟

سکندر: اخباروں سے پتہ چلتا رہا ہے کہ تم نے کئی شادیاں کیں۔
عاشی: تمہارے بعد صرف دو.....

سکندر: Not bad..... مسکین صاحب چلے گئے رہا کر دیا نہیں؟

عاشی: مسکین صاحب تو سولہ سال ہوئے فوت ہو گئے۔ سکندر..... ان کی بات تواب کیا کرنی؟

سکندر: I am sorry

عاشی: پھر..... میں نے ڈائریکٹر فیکٹ سے شادی کر لی۔ سات سال Industry میں نے تمارکیٹ نے قبول نہ کیا۔

سکندر: کیسی عجیب بات ہے عاشی۔ کبھی کبھی انسان اس قدر قریب ہوتا ہے کہ جو کچھ ایک دوسرے کی دھڑکن پر گزرتی ہے سنائی دیتی ہے۔ اور کبھی کبھی اس قدر دور ہو جاتا

ہے کہ خبر بھی نہیں ملتی کسی کے حالات کی حالانکہ وہ قریب ہوتا ہے۔
تم بہت بدل گئے ہو بہت۔

عاشری:

اسکندر: اچھا ہوں پہلے سے کہ برا۔

اگر تم شروع سے ایسے ہوتے تو شاید میں پروفیشن چھوڑ دیتی۔

عاشری:

اسکندر:

عاشری:

کہ خبر بھی نہیں ملتی کسی کے حالات کی حالانکہ وہ قریب ہوتا ہے۔

تم بہت بدل گئے ہو بہت۔

اچھا ہوں پہلے سے کہ برا۔

اگر تم شروع سے ایسے ہوتے تو شاید میں پروفیشن چھوڑ دیتی۔

عاشری! بھی تم نے بچ بولا ہے۔ اپنے آپ سے ہی سہی۔ آشارہ ہی ہو بھی بچ سے؟

مجھے میرے پروفیشن نے بہت سال بچ بولنے نہیں دیا سکندر۔ لیکن اب آزادی

ہے تم طریقی یہ ہے کہ اب بچ سے کہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

بڑی خوش نصیب ہو۔ بلا خر جھوٹ کی زنجیر اتار دی۔

میں ڈرتی تھی کہ کہیں مجھے بڑھاپے میں تین تین سطروں کے روں کے لیے

خوشنامد میں نہ کرنی پڑیں ڈائریکٹروں کی لیکن اللہ نے اچھا ہی انتظام کر دیا شادی

ہو گئی سیٹھ صاحب سے۔

اسکندر: کیسا ہے تمہارا شوہر نامدار؟

عاشری: اچھے ہیں سیٹھ صاحب۔ گھی کی فیکٹری ہے کراچی میں۔ بچے ہیں گھر ہے آرام

دہنڈی ہے۔ سکون ہے۔ کسی قسم کی بھاگ دوڑ نہیں ہے۔

اسکندر: اور گناہی ہے۔ کبھی کوئی پرانی قلم دیکھ کر پرانا زمانہ یاد نہیں آتا؟

عاشری: (لبی آہ بھر کر) خواب ہمیشہ نہیں رہے۔ سکندر اب تو کبھی کبھی آئینہ دیکھ کر

یقین ہی نہیں آتا کہ یہ میں ہوں یا یہ کہ وہ میں تھی؟ بچ پوچھتے ہیں۔ اماں

آپ فلموں میں ہیر و سُن بناؤ کرتی تھیں؟ خوبصورت تھیں آپ اپنے زمانے میں؟

خط آتے تھے آپ کو فین میل؟ کچھ Admirers تھے آپ کے؟

اسکندر: تو کیا جواب دیتی ہو تم انہیں؟

عاشری: کوئی جواب نہیں دیتی سکندر صرف نہ دیتی ہوں انہیں میرے جواب پر

کیسے یقین آسکتا ہے؟

اسکندر: لوگ کتنی جلدی بھول جاتے ہیں۔ ہم لوگوں کو کتنی جلدی

لوگ بھول جاتے ہیں اور بچے یقین نہیں کرتے۔ صرف اپنادل کسی لمحے نہیں

بھولتا۔

سکندر: (گھری دیکھ کر) اچھا عاشی خدا حافظ۔ مجھے ذرا جلدی ٹیلی ویژن سیشن پہنچنا ہے۔
 عاشی: خدا حافظ (سکندر کچھ فاصلے پر جاتا ہے)
 عاشی: سکندر۔
 (سکندر واپس اس کی طرف ہوتا ہے۔)

کٹ

سمین 7 آؤٹ ڈور دن

(داتا دربار میں جانے والا بازار۔ اس میں خانسلائ جا رہا ہے اس کی بیوی ساتھ ہے۔ وہ ایک
 دکان پر رکتا ہے اور ایک ریشمی چادر خریدتا ہے جو عام طور پر مزاروں پر چڑھائی جاتی ہے۔)

کٹ

سمین 8 ان ڈور دن

عاشی: میرے Husband مزاروں وغیرہ پر یقین نہیں کرتے سکندر۔
 سکندر: اچھی بات ہے یا تو ان کا اعتقاد بہت پختہ ہے یا پھر ان کو سہاروں کی ضرورت محسوس
 نہیں ہوتی۔ عام کامیاب آدمی کے اندر عموماً ایسے سوال نہیں اٹھتے جن کا جواب دینے
 نہ ملتا ہو۔ مشہور اور نادار کے دل میں ایسے کئی سوال اٹھتے ہیں۔ جن کا جواب دینے
 والا کوئی نہیں ہوتا۔ شاید اسی لیے وہ مزاروں پر آجاتے ہیں۔ تم تو انڈسٹری میں
 رہی ہو۔ تمہیں تو پتہ ہے عاشی یہاں کتنے امتحان ہوتے ہیں ہم تو مہورت سے
 پہلے بھی مزاروں پر جاتے ہیں بعد میں بھی۔ فلم باکس آفس پر بہت ہو جائے تو
 بھی اور فیل ہو جائے تو بھی..... ہمارا تو پل پل مزاروں کے بل پر کتنا ہے..... ہم